شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

حقانیت، اصابتِ رائے، سلوک و ارشاد کے آئینہ میں ایک آپ بیتی

از
حضرت مولانا
الحاج سید حامد میاں
مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ
لاہور

حضرت شیخ التفسیر رحمہ اللہ کی زیارت سے میں لاہور ہی میں
رف ہوا ہوں۔ اس سے پہلے اپنی تعلیم کے زمانے میں مراد
ور ہی سے اسم گرامی سنتا آیا تھا وہاں کے طلبہ جو دور
از کے (صوبہ بہار وغیرہ کے تھے) دورۂ تفسیر پڑھنے لاہور
کرتے تھے۔

دیوبند میں حضرت مولانا عبیداللہ صاحب انور مدظلہم سے
ئی بار ملاقات ہوئی پھر لاہور میں ۱۹۵۳ء میں بتوسط مولانا
بید اللہ صاحب رحمہ اللہ حضرت اقدس مولانا احمد علی صاحب
ہ اللہ علیہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔

میں حضرت کی خدمت میں اور حضرت اقدس مولانا شاہ
عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں صرف دعا
ا درخواست کے لیے معمولاً حاضری دیتا رہتا تھا۔ اور بحمد اللہ
خر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ چونکہ حاضری کا مقصد صرف یہی
ہوتا تھا۔ اس لیے ان دونوں گرامی قدر حضرات کے متوسلین
رام سے ان حضرات کی رحلت کے بعد مراسم ہوئے ان کی خدمت
یں حاضری دے کر فوراً ہی واپس چلا جاتا تھا۔

حضرت لاہوری قدس سرہٗ کی خدمت میں شروع میں زیادہ
حاضری تو جامعہ مدنیہ کے لیے رہنمائی کے سلسلہ میں ہوتی رہی
یں کی ایک خاص درجہ جامعہ کا ایک تاریخی موڑ تھا کہ اس کے
ے جگہ کی تلاش تھی۔ ہمارے کچھ مرحوم دوستوں نے ماڈل ٹاؤن
یک جگہ کی پیش کش کی جو ہمارے اراکین نے مان لی۔

یہ عرض کرنا بے جا نہ ہوگا کہ جامعہ مدنیہ کی ابتدا اس طر
اور اس غرض سے ہوئی تھی کہ عربی مدارس کے فارغ التحصیل
طلبہ کو انگریزی زبان حساب، سائنس، جغرافیہ اقتصادیات، ا
ایل۔ بی کا کورس پڑھا کر کمپیٹیشن کے مقابلے میں اور دنیا کے تما
قوانین کے مقابلہ میں اسلامی قوانین کا موازنہ کرنے کے لیے ا
مبلغ تیار کئے جائیں۔ انھیں امتحانات نہ دلائے جائیں تا
ملازمتوں میں مصروف نہ ہوں اور فریضۂ تبلیغ سے جس کا ا
اہل بنایا جا رہا ہے۔ غافل نہ ہونے پائیں اس کے لیے چار سا
نصاب تجویز کیا۔ نیز اس دوران اس خیال سے کہ وہ علوم عربیہ دینیہ
سے بے بہرہ نہ ہونے پائیں۔ ان کے لیے نہایت قابل عربی علوم
کے مدرس رکھے گئے اور چار سالہ ایک خاص نصاب تجویز کیا گیا۔

جن دوستوں نے ماڈل ٹاؤن میں جگہ تجویز کی تھی وہ جامعہ کے
بنیادی مقصد کو نہ سمجھ سکے۔ میں ہندوستان گیا وہاں تقریباً
ایک ماہ کا عرصہ ٹھہرا۔ واپس آیا تو ان حضرات نے اراکین کی
بہت بڑی نئی باڈی تشکیل کر لی اور انہوں نے جو تجاویز طے
کیں ان میں شروع سے طالب علم کو انگریزی تعلیم دلانا کر دیا
ثانوی درجہ میں عربی تعلیم کر دی۔

میں نے یہ صورتِ حال حضرت کی خدمت میں رکھی
ساتھ میں کچھ ممبران بھی تھے۔ خاص طور پر جناب غلام دستگیر
صاحب تو ہر ملاقات میں لازماً ہوتے تھے۔ حضرت لاہوری
قدس سرہٗ نے فرمایا کہ آپ ان لوگوں کو چھوڑ دیں۔

مدرسہ ماڈل ٹاؤن نہ لے جائیں اور ان سے کہہ دیں کہ وہ اپنا مدرسہ خود ہی جدا نام سے چلائیں۔

ہم نے عرض کیا کہ یہ بات ان لوگوں سے جناب کا نام لے کر عرض کر دیں۔ آپ نے فرمایا کہ میرا نام لے کر صاف کہہ دیں۔ جو صاحب ہمیں وہاں لے گئے تھے وہ مرحوم مستشرقؒ سے بھی عقیدت رکھتے تھے۔ ان سے ہم نے یہ کہا اور بالآخر ان کی کارروائیاں رُک گئیں۔ رسید کتابیں وغیرہ روک دی گئیں۔ انہوں نے اپنے مدرسہ کا نام جامعہ سعیدیہ رکھا۔ اس میں ہمیں بھی ممبر رکھا اور ہم نے جامعہ کو علیحدہ کر لیا۔ میں سوچتا ہوں کہ یہ حضرت لاہوریؒ کی اصابت رائے کے ساتھ صلابت کی بھی بات تھی۔

جمعہ کی میں آپ نے یہیں بس نہیں کیا بلکہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مدرسہ کا نظام امارت پر چلنا چاہیے آپ نے فرمایا کہ میرا چالیس سالہ تجربہ ہے کہ یہ لوگ جب کوئی کام چلنے لگتا ہے تو اس میں دخل اندازی کرتے ہیں اور وہ کام ختم ہو جاتا ہے انہیں تجربات کی بنا پر میں نے انجمن خدام الدین کی بنیاد امارت پر رکھی ہے۔ میں نے آپ کے ارشاد کے مطابق اپنے اغراض و مقاصد اور اصول و ضوابط ترتیب دیئے۔ اور پیش کئے۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے ان کی اصلاح فرمائی اور جہاں ضوابط میں اس نقطۂ نظر سے غلطی ہوئی تھی وہاں تبدیلی فرمائی۔ ان ہی ضوابط کو رجسٹرڈ کرایا گیا اور ان ہی پر اب تک جامعہ کا نظام چل رہا ہے جزاہ اللہ خیراً واعظم اجرہٗ اور یہ تحریر بفضلہٖ میرے پاس موجود ہے۔

یہ سب کام آپ نے کئے۔ اور پوری توجہ فرمائی تو ہم نے درخواست کی کہ سرپرستی قبول فرمائیں لیکن آپ نے بھی سرپرستی کے بارے میں معذرت فرمائی۔ اگرچہ عملاً جو کچھ کوئی سرپرست کرتا ہے وہ آپ ہمیشہ کرتے رہے۔ آپ کے لیے جامعہ کی شوریٰ کے اجلاس وغیرہ میں شرکت متعذر تھی۔

خدام الدین کا کام بہت زیادہ تھا۔ ۱۰ اردین و صادرین کی کثرت تھی جن میں سالکین زیادہ ہوتے تھے۔ استعار بھی ہوتے تھے اور عمرہ کا سفر بھی فرماتے تھے۔ استعار

خدام الدین کی طرف اتنی توجہ تھی فرماتے تھے کہ میں خود مضامین انتخاب کرتا ہوں اور غیر معیاری مضامین کے بارے میں ایک دفعہ فرمایا کہ میں صفحہ کے صفحے قلمزد کر دیتا ہوں توجہ اس طرف تھی کہ مضمون بہت سادہ زبان میں ہو جسے کم سے کم پڑھا لکھا آدمی بھی پڑھے اور سمجھے اور عورتیں بھی گھروں میں پڑھیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ وقت کی اس قدر پابندی فرماتے تھے کہ منٹوں اور سیکنڈوں کا بھی فرق نہیں آنے دیتے تھے ہر نماز کے وقت دروازہ کھلتا تھا اور جماعت سے پہلے صفِ اوّل میں امام کے پیچھے کھڑے ہوتے تھے۔ پابندی اوقات کا مشاہدہ روز مرہ کے معمولات میں ہوتا رہتا تھا۔ اور یہ سب سے گیا والے اور وابستگان جانتے ہیں۔ ایک دفعہ مولانا سعید داؤد صاحب کے یہاں ایک میٹنگ تھی میں نے دیکھا کہ آپ وہاں میٹنگ کے وقت سے پانچ یا سات منٹ پہلے پہنچے۔ مولانا سعید اللہ بھی تشریف لانے والے تھے لیکن وہ بہت بعد میں تشریف لائے اسی طرح بعض اور بھی شرکاء آئے اور میٹنگ ان کی آمد تک موقوف رہی۔"

آپ کی پابندی اوقات بھی ہم سب کے لیے ایک درس ہے۔

آپ خدام الدین کا کام یکسوئی سے انجام دینے کے لیے دین محمد صاحب کے برف خانہ میں تشریف لے جاتے تھے انہوں نے آپ کے لیے ایک کمرہ مختص کر دیا تھا اس کے برابر والا کمرہ نماز با جماعت کے لیے۔ وہاں عام لوگ نہیں جاتے تھے۔ ہم نے بارہا ایسا کیا کہ وہاں ملنے کے لیے گئے۔ اور ملاقات سے مشرف ہوئے البتہ ہم خود بھی ایسا کرتے رہے کہ نماز کے وقت جاتے تھے اور جماعت کے بعد ضرورت کی بات کر لیتے تھے آپ نے وہاں

پہنچ سے اور ملنے سے کبھی اشارۃ بھی منع نہیں فرمایا۔ ہم نے بھی ضرورت سے زیادہ کبھی بات نہیں کی اور کبھی فقط زیارت ہی کے لیے جانا ہوا تو فقط ملاقات و مصافحہ اور خیریت دریافت کرنے ہی پر اکتفار کیا۔ بہرحال یہ معاملہ بھی آپ کی مروت و شفقت ہی میں داخل ہے ورنہ اس قدر اصول کی پابند شخصیت ایسی حرکت کی اجازت نہیں دے سکتی۔

جمعیۃ علماء اسلام کے اس موجودہ شکل میں احیاء کا کام حضرت مفتی صاحب کے ہاتھوں اس طرح ہوا ہے کہ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں احتشام الحق تھانوی کے حکمران ٹولہ کے ساتھ اتنے زیادہ قریبی اور گہرے تعلقات تھے کہ جن کی وجہ سے ان کی ذات بُری طرح مجروح ہو گئی اور جمعیۃ علماء اسلام کا تقدیم دُعا پنجہ بے جان ہو گیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہم کو توفیق مرحمت فرمائی

انہوں نے مضاربت کا انتظام کیا اور حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ کی اعانت سے ملتان میں پہلی بار مغربی پاکستان کی سطح پر علماء کے بہت بڑے اجتماع کا انتظام فرمایا۔ اس پر مجھے بھی مدعو فرمایا تھا۔

علماء کی از سرِ نو تنظیم پر سب کا اتفاق تھا البتہ اس کے نام پر بہت بحث ہوتی رہی بالآخر جمعیۃ علماء اسلام کے نام تجویز ہوا۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی۔ مولانا عبدالحنان صاحب ہزارویؒ اور مولانا محمد نعیم صاحب لدھیانوی جو قدیم جمعیۃ علماء ہند کے لٹریچر وغیرہ رہتے آئے تھے وہ بھی شریک تھے اور عہدہ دار بھی ہوئے۔ بہرحال جمعیۃ علماء اسلام کا از سرِ نو انتخاب عمل میں آیا اور حضرت لاہوریؒ امیر قرار پائے۔

اس کے بعد بھی جمعیۃ کی مجالس میں میں شریک ہوتا رہا حضرت مولانا عبداللہ صاحب درخواستی دامت برکاتہم بھی شرکت فرمانے لگے۔ اور بالآخر حضرت لاہوریؒ کی وفات کے بعد آپ امیر قرار پائے۔

اس اجمالی تاریخ کے ذکر کے بعد میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جمعیۃ کی مجالس میں بسا اوقات اختلاف رائے ہو جاتا تھا ایک دفعہ ایسے ہی اختلاف کے وقت حضرتؒ نے فرمایا کہ میں ساتھیوں کے سامنے اپنی رائے رکھ دیتا ہوں لیکن اگر ان کی رائے مجھ سے مختلف ہو تو جوڑ ہو جاتا ہے پھر میں اس کی پوری طرح پابندی کرتا ہوں" حضرت نے یہ بات یوں ہی نہیں فرما دی تھی بلکہ حقیقتاً آپ کا یہی طریق تھا۔

آپ کے اس ایک اصول میں غلام فوش ہزاروی صاحب اور ان جیسے مزاج والوں کے لیے عظیم درس ہے۔ اور یہی اصول اسی آیت مبارکہ میں تعلیم فرمایا گیا ہے۔ وشاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ ان اللہ یحب المتوکلین

اور "اعجاب کل ذی رائی برایہ" کہ ہر صاحب رائے کو اپنی ہی رائے سب سے اچھی لگنے لگے۔

حدیث پاک میں اسے سامان بربادی قرار دیا گیا ہے۔

والعیاذ باللہ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت اقدس مولانا السید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ سے جیسا والہانہ تعلق تھا اس کی مثال مشکل سے ملے گی۔ ہفتہ میں دو ایک بار بھری مجلس میں ضرور تذکرہ فرماتے تھے وہ بھی ایسے عجیب انداز سے کہ جو ان کا ہی حق تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ جمعیۃ علماء ہند کی مجالس شوریٰ میں حضرت مدنی رحمہ اللہ کے سامنے میں چار چار گھنٹے دو زانو بیٹھا رہتا تھا حالانکہ آپ کو جوڑوں کی تکلیف کا عارضہ تھا۔۔۔ اور پھر پھر۔۔۔ ایسی محبت و عقیدت رکھنے والا شاید ہی کوئی اور ہو گا اپنے صاحبزادہ گرامی قدر حضرت مولانا عبیداللہ اور صاحب سے فرمایا کہ میری ڈاڑھی کے بال حضرت مدنیؒ کی جوتیوں میں سلوا دینا اور جلسۂ عام میں فرمایا کہ جو علم حسین احمد

مدنی کی جوتیوں میں ہے وہ احمد علی کے دماغ میں نہیں ہے۔
پاکستان بننے کے بعد حضرت مدنی رحمہ اللہ کا جو گرامی نامہ آیا تھا وہ آپ نے فریم کرا کر رکھا تھا۔

کیوں کہ آپ نسبت قادریہ کے اثرات میں سے کشف کی حالت کا غلبہ تھا اور اس میں بھی اظہار غالب تھا اس لیے آپ کشفی حالات برملا بتلاتے رہتے تھے۔

ایک دفعہ شوریٰ کے اجلاس میں فرمایا کہ "مجھے اولیاء اللہ کے باطن دیکھنے کا شوق ہے اور میں حج کے موقع پر ایسا کرتا رہتا ہوں میں علی وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ حضرت مدنیؒ جیسا دنیا میں، میں نے کوئی نہیں دیکھا ان جیسا کوئی صاحب باطن نہیں ہے۔"

ایک مرتبہ آپ نے ایک صاحب کو بیعت فرمایا۔ انھیں جو نصیحت فرمائی وہ نہایت قیمتی تھی مجھے اتنی اچھی لگی کہ آج تک یاد ہے کہ "اگر دوسرے کو نفع نہ پہنچا سکو تو اس بات کا پورا لحاظ رکھو کہ کم از کم تم سے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔"

حدیث شریف میں ارشاد ہے

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ

کامل مسلمان وہی ہے کہ جس کے ہاتھ اور زبان کے ضرر سے مسلمان محفوظ رہیں۔

ایک دفعہ آپ نے ایک سالک کو ھو الاول و الاخر و الظاھر و الباطن کا مراقبہ تعلیم فرمایا۔ تو اس میں تشریح کرتے اور سمجھاتے وقت عارفانہ انداز میں یہ کلمات نظیر ارشاد فرمائے کہ یہ خیال کرو کہ کوئی چیز نہیں ہے نہ میں ہوں نہ زمین ہے نہ آسمان نہ شیطان نہ کچھ اور"

ایک دفعہ رات کا وقت تھا جب مجلس برخاست ہوئی تو مصافحہ کے وقت ارشاد فرمایا کہ جامو مدنیہ چلے گا۔ میرے ہاتھ مصافحہ ہی ہیں۔ اور میں نے فوراً نظر اٹھا کر چہرہ کی طرف دیکھا تو مسکراتے ہوئے مصافحہ ہی میں ہاتھوں کو خفیف جھٹکا دیتے ہوئے اور غالباً میرے استعجاب کو بھانپتے ہوئے فرمایا "میں کہتا ہوں چلے گا۔" میں سمجھتا ہوں کہ آپ یہ کشف ان سے رہے تھے،

ایک دفعہ حاضری کے وقت آپ نے اپنے کچھ حالات سنائے جو نہایت درجہ حسرت کے زمانہ کے تھے ان میں اس تنگی کے دور کے حالات بھی بتلائے جن کا ذکر مناسب نہیں معلوم ہوتا اور یہ کہ پھر آپ نے حضرت مولانا تاج محمود صاحب امروٹی قدس سرہ کو عریضہ تحریر فرمایا۔ اور جو عمل انہوں نے تحریر فرمایا تھا وہ بھی بتلایا اور مجھے بھی اس کی اجازت عنایت فرمائی۔ اور بھی باتیں، اسی قسم کی ارشاد فرمائیں۔

رحمہ اللہ ورفع درجاتہ۔ آمین۔

زندہ ولی کی زیارت کے لیے سفر کر کے جانا جائز ہے لیکن اولیاء کرام کے مزارات پر سفر کر کے جانا منع ہے۔ میری تحقیق یہی ہے اگر کسی اور کام کے لیے کسی جگہ جائیں تو پھر اولیاء کرام کے مزارات پر فاتحہ خوانی کیلئے حاضری دینا جائز ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت کیلئے تشریف لے گئے۔ مجھے جب توفیق ہوتی تھی تو اپنے دونوں مربیوں کی خدمت میں حاضری دینے کیلئے جاتا تھا۔ باطن کا بینا ہو تو بزرگوں کے مزارات پر جانے سے فائدہ ہوتا ہے اندھے کیلئے جانا نہ جانا دونوں برابر ہیں۔
(ملفوظات طیبات ص ۱۱۵)